Fikr-o-Nasar (Islamabad) 17:5-6 (1979)

ابوریحان بیرونی

ڈاکٹر سید حسین نصر
ترجمہ۔ ڈاکٹر سید علی رضا نقوی

ممتاز اور معروف ایرانی سائنس دان، مورخ، عالم اور مؤلف محمد بن احمد بیرونی جو معمولاً مشرق میں ابوریحان یا صرف بیرونی اور لاطینی مغرب میں البیرون "ALBIRON" مشہور ہے۔ خوارزم میں ۳۶۲ ہجری ۹۷۳ عیسوی میں پیدا ہوا۔ وہیں اس نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کی زندگی کے عام پیچ وخم کی تفصیل بہت مشہور ہے لہٰذا اس کی تکرار یہاں ضروری نہیں[1]۔ اس کے متعلق اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ ایران کے طول وعرض میں عرصہ دراز تک پھرتا رہا ہے جس کے دوران اس نے ۳۸۸ھ/۹۹۹ء سے ۴۰۳ھ/۱۰۱۳ء تک کا زمانہ گرگان میں علم و ہنر کے مشہور مربی قابوس بن وشمگیر کے دربار میں گذارا۔ ۴۰۸ھ/۱۰۱۸ء میں وہ محمود غزنوی کے ہاتھ لگ گیا جو اس کو غزنی لے گیا جہاں وہ محمود کے مصاحبین میں رہا اور حتیٰ کہ وہ ہندوستان کی مشہور فتح کے موقع پر بھی اس کے ساتھ تھا۔ ۴۲۰ھ/۱۰۲۹ء میں وہ واپس غزنی آگیا اور ۴۲۱ھ/۱۰۳۰ء میں وہ محمود کے بیٹے مسعود کی سرپرستی میں آگیا جو نیا نیا بادشاہ بنا تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے بقیہ ایام غزنی ہی میں گذارے جہاں مسعود نے اس کی زبردست تعظیم وتکریم کی اور وہیں ایک طویل زندگی گذارنے کے بعد جو علم کی تحصیل وتبلیغ کے لئے وقف تھی اس نے ۴۴۲ھ/۱۰۵۱ء میں داعئ اجل کو لبیک کہا۔

اس ممتاز عالم کی زندگی کے مختلف ادوار اور پس منظر کے مطالعہ کے بعد اس کی انفرادی شخصیت اجاگر ہوتی ہے۔ وہ واقعاً مسلمانوں میں سب سے پہلا اور سب سے افضل عالم تھا اور اس کا تعلق تمام عالم

---

* ۔ یہ مقالہ البیرونی کے ہزار سالہ جشن کے موقع پر لکھا گیا تھا۔

اسلام سے ہے جیساکہ تمام دوسرے اہل علم وفضل حضرات کے ساتھ بھی ہے جن کو اسلامی تہذیب نے جنم دیا ہے علاوہ ازیں وہ عظیم تر اسلامی دنیا کی چاردیواری کے اندر رہتے ہوئے ایرانی دنیا سے بھی تعلق رکھتا ہے اور اس حقیقت کا اس کو بڑا احساس تھا۔ یاد رہے کہ اسلام کے قرون اولی میں دنیائے اسلام تمدنی لحاظ سے عرب اور ایرانی منطقوں میں منقسم تھی اور ان میں سے ہر ایک منطقہ اپنی انفرادی خصوصیات کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بزرگ تر اسلامی تہذیب کی وحدت کا حصہ بھی تھا۔ بیرونی چوتھی اور پانچویں صدی ہجری مطابق دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کے دیگر عظیم سائنس دانوں مثلاً ابن سینا اور خیام کی طرح ایران کے اسلامی تمدن کی پیداوار تھا جس کا مرکز اس زمانے میں خراسان تھا اور اسی سبب سے اس کا اثر ورسوخ مغرب کی طرف باقی عالم اسلام تک اور مشرق اور جنوب کی طرف ہندوستان تک پھیل سکا۔

بیرونی کو اپنی اسلامی اور ایرانی انفرادیت کا پورا پورا احساس تھا۔ جہاں وہ عربی زبان کا اس زبان کے علمی امکانات کے سبب زبردست حامی تھا جیساکہ اس نے "کتاب الصیدلہ" کے مقدمہ میں تصدیق کی ہے وہاں وہ ایران کے قدیم تمدن پر بھی فخر کرتا تھا اور اس امر پہ اظہار افسوس کرتا تھا کہ عربوں کے حملے کے نتیجہ میں ایران کا کثیر تمدنی سرمایہ تباہ ہوگیا جیساکہ اس نے "آثار الباقیہ" میں بیان کیا ہے۔ علمی جستجو سے اس کے پرخلوص اور واقعیت پسندانہ لگاؤ نے جس کا اعتراف اس کا مطالعہ کرنے والے بہت سے جدید فضلا نے کیا ہے[2] اس کو بیک وقت ایک پکا مسلمان اور مختلف تمدنوں کا جن میں اس کا اپنا ایرانی تمدن بھی شامل تھا ایک غیرجانب دار عالم بنا دیا تھا۔ لہٰذا یہ کوئی اتفاقی امر نہیں ہے کہ اس نے جہاں خود اپنی اکثر کتابیں عربی زبان میں لکھ کر اس زبان کے سائنسی امکانات میں اضافہ کیا وہاں اس نے اپنا پہلا علمی رسالہ کتاب التفہیم جس میں اس نے علوم ریاضی کے مختلف شعبوں سے بحث کی ہے فارسی زبان میں لکھا ہے اور یہ رسالہ فارسی میں بعد کے علمی کاموں کے لئے ایک نمونہ کی حیثیت کا حامل رہا ہے۔

اسلامی علوم اور تہذیب کے تمام جدید طالب علم حقیقت، خلوص، غیرجانب داری اور مشاہدہ بیان اور تحلیل میں زبردست احتیاط سے محبت رکھنے کی خصوصیات کو دیکھ کر جو بیک وقت بیرونی میں اکٹھا تھیں اور جنہوں نے اس کو انسانی تاریخ کے ممتاز ترین ارباب عقل و دانش میں لا کھڑا کیا ہے ورطۂ حیرت

میں پڑگئے ہیں۔ جی، سارٹن نے اس کے متعلق لکھا ہے: "وہ اسلام کے عظیم ترین سائنس دانوں اور بحیثیت
میں پڑ گئے ہیں۔ جی، سارٹن نے اس کے متعلق لکھا ہے: "وہ اسلام کے عظیم ترین سائنس دانوں اور بحیثیت مجموعی ہر زمانے کے عظیم ترین لوگوں میں سے تھا۔ وہ پیدائشی ایرانی اور ایک شیعہ تھا۔"(۳) اے۔ جی ایلی نے اس رائے کی تائید ان لفظوں میں کی ہے۔ "البیرونی کی شخصیت سے ہمارے سامنے ایک صاحب فطانت کا کردار جلوہ گر ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کہ آج کل اس کی عظمت کا بڑا اعتراف کیا جاتا ہے لیکن ابھی تک اس کا کما حقہ اعتراف نہیں کیا گیا ہے۔"(۴) اسی طرح ایچ جے جے ونٹر لکھتا ہے: "ایران کا البیرونی استاد رزمیہ شاعر فردوسی کا ہم عصر تھا۔ اس کا شمار تمام زمانوں کے عظیم ترین سائنس دانوں میں ہوتا ہے۔"(۵) مشرق اور مغرب کے ممتاز اہل علم و فضل حضرات کا اس قسم کے اقوال کے اقتباس کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری رکھا جا سکتا ہے چونکہ بیرونی کی فطانت واقعاً اس قدر عظیم ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص اس کی تالیفات کا بغور مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا کرے اور فوراً اس کی قابلیت کا سکہ اس پہ نہ جم جائے۔

باوجود اس کے کہ بیرونی کی تصنیفات پہ مشرق و مغرب میں بڑی تحقیق ہوئی ہے لیکن جب ہم اس کی تصنیفات کی وسعت اور ان مختلف موضوعات کو دیکھتے ہیں جن پہ اس نے قلم فرسائی کی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ابھی بہت کچھ تحقیقی کام باقی رہ گیا ہے۔ بیرونی بیک وقت عظیم ترین ریاضی دانوں اور ہیئت دانوں میں سے تھا۔ اسی طرح وہ ایک عظیم ارضیات دان، ادویات شناس، مورخ اور جغرافیہ دان، ماہر لسانیات اور عالم مذاہب تھا۔ وہ اسلامی تاریخ کے ان نہایت معدودے چند افراد میں سے تھا جو ایک ریاضی دان کے تحلیلی ذہن اور ایک مورخ کی خوبیوں کا امتزاج پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے، جن کا تعلق تشریح و ترکیب سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ اپنی جگہ ایک فلسفی بھی تھا اور اس حیثیت سے اس کی تصنیفات کی طرف ابھی تک کوئی توجہ نہیں کی گئی ہے۔(۶)

علم کے بڑے بڑے شعبوں میں بیرونی کی خاص تصنیفات کے جائزہ اور تحلیل سے اس کی کتابوں کی وسعت اور عمق کا اندازہ ہو سکے گا۔(۷) اس نے علم ریاضی پہ متعدد رسالے لکھے ہیں اس کو خاص طور پہ عددی نظریہ اور عددی سلسلہ سے دلچسپی تھی جس میں اس کا خاص حصہ ہے۔ اس کی کتاب "تفہیم" کئی صدیوں تک ریاضیات

(جس کو لاطینی مغرب میں کواڈری ویم یا علوم اربعہ کہتے ہیں) کے مختلف شعبوں کی تعلیم کے لئے درسی کتاب رہی ہے۔ علم ہیئت میں جہاں اس نے متعدد رسالے لکھے ہیں جن میں سے ایک اس سوال سے متعلق ہے کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے یا سورج زمین کے گرد گھومتا ہے، اس نے "القانون المسعودی" جیسی بے نظیر کتاب لکھی ہے جو علم ہیئت کی نمایاں کتابوں میں سے ہے اور جس پر ابھی تک کما حقہ تحقیق نہیں کی گئی ہے۔ اس میں علم ہیئت کے گذشتہ مکاتیب فکر کے متعلق جن کا ذکر کہیں دوسری جگہ نہیں ملتا معلومات کا ایک بیش بہا سرمایہ موجود ہے اور اس وقت تک کے علم ہیئت کی معلومات کا مجموعہ ہے اور اس طرح علم ہیئت میں اس کا وہی مقام ہے جو علم الادویہ میں ابن سینا کی "قانون" کو حاصل ہے۔ اوائل اسلام کے علم ہیئت کے اس عظیم شاہکار مجموعہ میں بابل اور یونان سے لے کر ایران اور ہندوستان تک کے عناصر بھی شامل ہیں۔ علم تقاویم اور مختلف اقوام و مذاہب کی تقویموں کے عام مطالعہ پر اس کی کتاب "آثار الباقیہ" جس کا ترجمہ زخاؤ نے قدیم اقوام کے علوم تقادیم کیا ہے قدیم اور قرون وسطیٰ کی تاریخ میں بے نظیر ہے۔ قدیم دنیا کی مختلف اقوام کے علم تقویم کا یہ معرکۃ الآراء دستاویزی ثبوت اور مجموعہ جہاں علم ہیئت کے مورخوں کے لئے بڑی افادیت کا حامل ہے وہاں بطور عمومی افکار و مذاہب کے مورخوں کے لئے بھی ایک عظیم کتاب حوالہ ہے۔

بیانی علوم میں بیرونی عالم ارضیات اور عالم معدنیات اور اسی طرح عالم ادویات کی حیثیت سے زبردست مہارت رکھتا تھا۔ علم ارضیات پر اس کے مشاہدات جو ضمنی طور پر اس کی بہت سی تصنیفات میں جیسے "الآثار الباقیہ" اور "تحدید نہایات الاماکن" میں مذکور ہیں اپنی صحت اور عمق کے لحاظ سے حیرت ناک ہیں اور ان میں ہندوستانی طاس کی رسوبی نوعیت پر صحیح رائیں شامل ہیں۔ علم معدنیات پر اس کی کتاب "الجماہر فی معرفت الجواہر" اسلامی تاریخ میں اس موضوع پر سب سے نفیس کتاب ہے جس میں ایک حصہ معدنیات اور دھاتوں کی نوعی کثافت پر شامل ہے جس سے بیرونی کے طبیعات میں تبحر کا اندازہ ہوتا ہے۔

اسی طرح علم ادویات پر بیرونی نے "کتاب الصیدلہ" جیسی بے نظیر کتاب لکھی ہے جو بد قسمتی سے ابھی تک مرتب نہیں ہو سکی۔ یہ کتاب اس نے عربی میں لکھی ہے اور بعد میں اس کا ترجمہ فارسی میں بھی کیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے کہ اس کتاب کا تعلق سائنس سے ہے یہ کتاب دنیائے قدیم اور قرون وسطیٰ کی زبانوں کے طالبعلموں کے لئے نہایت اہمیت

کی حامل ہے کیونکہ اس کتاب میں بیرونی نے ایسے مختلف پودوں اور جڑی بوٹیوں کے نام متعدد زبانوں میں دینے کی کوشش کی ہے جو دنیائے قدیم اور ازمنہ وسطی میں سائنسی اہمیت رکھتی تھیں۔

جغرافیہ میں بھی بیرونی کا حصہ بڑی اہمیت رکھتا ہے خصوصاً ریاضیاتی جغرافیہ میں جہاں اس کی کتاب "نہایت الاماکن" اسلامی دنیا میں ابھی تک اپنی قسم کا شاید عظیم ترین شاہکار رہی ہے۔ اس میں بیرونی نے کرۂ زمین کے نیم قطر اور شہروں کے طول و عرض کے ناپنے کے نئے طریقوں پر بحث کی ہے۔ بعض جدید فضلا نے اس کو ارض پیمائی کی موجد کی حیثیت دی ہے جب ہم علم و فضل اور علوم انسانی کی طرف توجہ کرتے ہیں تو ان میں بھی بیرونی کی تصنیفات کو اس طرح مستند اور نمایاں خصوصیات کی حامل پاتے ہیں بیرونی جیسا مقام رکھنے والے کمتر لوگ ہوں گے جو اپنا وقت دوسرے اہل علم حضرات کی تصانیف کی فہرست تیار کرنے میں صرف کرنا گوارا کریں گے لیکن یہ وہ کام ہے جو بیرونی نے "فہرست" یا محمد ابن زکریا رازی کی تصنیفات کی فہرست تیار کر کے سالوں کی تحقیق کے بعد انجام دیا ہے۔ یہ کام اسلامی علوم کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے اور بیرونی کے ذہن کی باریک بینی اور صبر آزمائی کی خصوصیت کا بیّن ثبوت ہے۔ جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے بیرونی کی تصنیفات اس لحاظ سے تمام مورخین کی تصنیفات کے مقابلہ میں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہیں حقیقت یہ ہے کہ اگر اس نے اپنی سائنسی تصنیفات کو کبھی بھی نہ لکھا ہوتا یا وہ بعد کی نسلوں تک پہنچی بھی نہ ہوتیں تب بھی وہ مسلمان مورخوں میں ایک عظیم مرتبہ کا مالک ہوتا۔

تاریخ میں ایک ایسا شعبہ ہے جس میں اس کو اولین مقام حاصل ہے اور جس میں (اس وقت تک) اس کا کوئی شریک یا حصہ دار نہیں تھا۔ وہ ہے تاریخ مذاہب یا علم تقابل ادیان جس کا وہ موجد کہلاتا ہے۔ اس کی کتاب "تحقیق ماللہند" ایک تہذیب کے دوسری تہذیب سے تقابلی مطالعہ کے میدان میں عصر حاضر تک بے نظیر کتاب ہے، اور اس میں ایسے مختلف الانواع موضوعات شامل ہیں جیسے بھگوت گیتا کے اصول یا رسایانا کا رواج۔ آج تک یہ کتاب قرون وسطی کے ہندوستان پر بعض پہلوؤں کے مطالعہ کے لئے حتیٰ ہندو فضلا کے لئے بھی ایک کتاب حوالہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ بیرونی کا ہندوستان کے متعلق علم نہایت گہرا تھا جس کی بنیاد اس کے ذاتی روابط اور سنسکرت سے واقفیت پر تھی۔ ہندوستانی چیزوں سے اس کی دلچسپی نہایت عمیق تھی جیسا کہ نہ صرف تنہا اس کی کتاب "تحقیق ماللہند" سے ظاہر ہے بلکہ اس ترجمہ سے بھی عیاں ہے جو اس نے پاتنجلی کی "یوگا سترا"

کا عربی میں کیا ہے۔ بیرونی کو تمام اسلامی تاریخ میں ہندوستان پر ایرانیوں بلکہ درحقیقت غیر ہندوستانی مسلمان فضلا کے درمیان عظیم ترین استاد شمار کرنا چاہیئے۔

باوجود اس تمام تحقیق کے جو گذشتہ صدیوں میں بیرونی کی تصنیفات کے اس پہلو اور دیگر پہلوؤں پر انجام دی گئی ہے ابھی بہت کچھ کام انجام دینا باقی رہ گیا ہے۔ پہلا کام تو یہ ہے کہ اس کی تمام دستیاب تصنیفات کی ایک تنقیدی اشاعت ہونی چاہیئے جن میں وہ کتابیں بھی شامل ہیں جو پہلے طبع ہو چکی ہیں جیسے کتاب الجماہر فی معرفت الجواہر" اور "القانون المسعودی" جن کی جدید تنقیدی اشاعت ہونا ضروری ہے اور وہ کتابیں بھی جو ابھی تک طبع نہیں ہوئی ہیں۔ مؤخر الذکر کتابوں میں "کتاب الصیدلہ" اور "الاستیعاب" خاص طور پر بڑی اہمیت کی حامل ہیں دیگر یہ کہ بیرونی کی تصنیفات کا کسی بین الاقوامی یورپی زبان میں ترجمہ ہونا چاہیئے۔ ای۔ سی۔ زخاؤ، الف کرنکاؤ، آر۔ ریمزے رائٹ، پی۔ کراوس، ایچ۔ سوٹر، ایم۔ میرہاف، ای۔ ایس کینیڈی اور ایم علی اور ایسے دیگر حضرات کی کوششوں سے بیرونی کی بہت سی تصنیفات انگریزی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں دستیاب ہونے لگی ہیں اور پچھلے چند سالوں میں روسی زبان میں بھی متعدد ترجمے ہوئے ہیں لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی رہ گیا ہے اور اس کی بعض تصنیفات کا بہتر اور مستند متون کی روشنی میں دوبارہ ترجمہ ہونا ضروری ہے امید کی جاتی ہے کہ خاص طور پر جیسا کام سی۔ اے نلینو نے بتانی کا ترجمہ کر کے انجام دیا ہے اسی قسم کا کام "القانون المسعودی" کا بھی ہو سکتا ہے جو اسلامی علم ہیئت کا نہایت قابل قدر خلاصہ اور تحقیقی کارنامہ ہے۔

اسی طرح بیرونی کی اکثر تصنیفات کا دوسری اسلامی زبانوں جیسے فارسی، اردو، ترکی اور بنگالی میں ترجمہ ہونا چاہیئے تاکہ مسلمان اہل علم حضرات کی بیشتر تعداد اس کی معرکۃ الآرا کتابوں سے استفادہ کر سکیں۔ ابھی تک ایک یا دو کتابوں کا پہلے ہی فارسی میں ترجمہ کیا جا چکا ہے اور کراچی کے ہمدرد انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے حکیم محمد سعید کی صدارت میں یہ منصوبہ بنایا گیا ہے کہ ۱۹۷۳ء میں بیرونی کی ہزار سالہ برسی کے موقع پر اس کی بہت سی تصنیفات کا اردو میں ترجمہ کیا جائے۔ اس کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ عربی کے علاوہ دوسری اسلامی زبانوں میں بیرونی کی تصنیفات کی دستیابی سے پہلے ابھی بہت سا کام کرنا باقی ہے۔

ایک مزید عظیم قسم کا مطالعہ جس نے پچھلے چند برسوں میں ترقی کی ہے بیرونی کے سائنسی، فلسفیانہ اور

تاریخی افکار و عقائد کا تفصیلی جائزہ ہے۔ سائنس کی دنیا میں ای وائڈمین، ایکا۔ سوٹر، سی۔ شاؤ، ایس۔ برنی، ایم۔ جے ہاشمی، ایم۔ میرہاف، نیڈٹی تو غان، اے سایلی، ای۔ ایس۔ کینیڈی اور دیگر متعدد سائنسی مورخین کی تصنیفات نے ریاضیات سے لے کر جغرافیہ تک بیرونی کی سائنسی تصنیفات کے مختلف پہلوؤں پر بہت روشنی ڈالی ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں ای۔ ایس۔ کینیڈی اور ان کے شاگردوں اور ہمکاروں کے تفصیلی جائزے اسلامی علوم کی تاریخ اور ریاضیات کی تمام تاریخ میں بیرونی کے کام کی وضاحت کرنے میں خاص طور پر مفید ثابت ہوئے ہیں۔ تاریخ کے میدان میں چونکہ خاص طور سے ہندوستان سے متعلق ہے بہت تحقیقی مقالات اور مطالعات سخاؤ سے لے کر متعدد معاصر ہندوستانی فضلا تک کے قلم سے معرض وجود میں آئے ہیں جن میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل ہیں بیرونی کے فلسفہ اور اس کے متعلق مضامین پر مثلاً علم کائنات اور مابعد الطبیعات پر بہت کم لکھا گیا ہے سوائے اس کے کہ جو پی۔ کراؤس، ایس۔ پائنز اور ایس ایچ۔ نصر نے لکھا ہے ان تمام شعبوں میں ابھی بہت کچھ کرنا ہے اور فضلا کو بہت سے جیتے بناکر مدت تک خود کو وقف کرنا پڑے گا تاکہ وہ سب کچھ جو بیرونی نے لکھا ہے وہ معاصر زبان میں لوگوں کی دسترس تک پہنچایا جا سکے۔

بیرونی کا ایک اور پہلو ہے جو اسلامی فکر میں بیرونی کے حصے اور ایک اسلامی مفکر کی حیثیت سے اس کا مقام اور اس کے کام پر مطالعے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس قسم کا مطالعہ اسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب کہ اس کے تمدنی فکری اور مذہبی پس منظر کی روشنی میں اور اسلامی تہذیب کے سانچے میں عموماً اور ایرانی تمدنی ماحول میں خصوصاً انجام دیا جائے۔ اس قسم کا مطالعہ نہ صرف اسلام کی فکری تاریخ کی ایک نمایاں شخصیت کو بیشتر روشناس کرانے میں سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوگا بلکہ اس طرح معاصر مسلمان سائنس دانوں اور فضلا کے لئے ایک قابل تقلید عظیم نمونہ بھی مہیا کیا جا سکے گا چونکہ بیرونی میں اس کے اپنے تمدن اور روایات سے گہرے لگاؤ اور حقیقت کی جستجو کے لئے بغیر جانبداری اور بے تعصبی کا مکمل امتزاج پایا جاتا ہے۔

تمام مختلف تحقیقی کاموں میں جو اس میدان میں انجام دیئے جائیں ساری دنیا کے علماء و فضلا تعاون کر سکتے ہیں اور انہیں ایسا کرنا بھی چاہیئے لیکن عالم انسانیت کی چہار دیواری کے اندر جس سے بیرونی کا تعلق ہے خاص طور

پر مسلمان فضلا کا جن کے اپنے فکری ورثہ سے بیرونی کا تعلق ہے یہ فرض ہے خواہ وہ ایرانی ہوں یا افغان، تاجیک ہوں یا عرب، ترک ہوں یا پاکستانی یا ہندوستانی کہ وہ بیرونی کی تصنیفات اور فکر کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق جاری رکھیں آخر میں اسلامی دنیا کے چار دیواری کے اندر یہ ذمہ داری خاص طور پہ ایرانیوں کے کندھوں پر ہے جو بیرونی کے زمانے کے وسیع تر اسلامی ایرانی تمدن کے خاص طور پہ وارث ہیں کہ وہ بیرونی اور اس کے دنیا سے رشتہ پر جن میں اس کی پرورش ہوئی اور اس کی زندگی گذری عمیق مطالعات انجام دیں۔ یہ ان ایرانی فضلا کے لئے مناسب ہوگا جو بیرونی کے ہم عصر شاعر فردوسی کی شاعری اور بیرونی کے دوست اور ہم مکاتبہ ابن سینا کے فلسفہ سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں کہ وہ اس سائنس داں اور عالم کے ناقابل تقابل کارناموں پر روشنی ڈالیں جو ایک ہی وقت میں ان کا بھی ہے اور بقیہ اسلامی دنیا بلکہ تمام دنیا کا بھی ہے۔ جس سنجیدگی سے ایرانی ارباب حل وعقد اس معاملہ میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ اس سے اس امر کی امید واثق ہوتی ہے کہ خود ایران میں بیرونی پر وسیع تحقیق کی بنا ڈالی جائے گی اور نزدیک اور دور کے دوسرے مراکز اور افراد میں خاص طور سے جو دوسرے مسلمان ملکوں سے متعلق ہیں تعاون پیدا ہوگا، جہاں اس امر کی کوششیں ہو رہی ہیں کہ مشرق و مغرب کے لوگوں کی فکری زندگی کے افق پر درخشاں جملہ عظیم ترین سائنس دانوں اور فضلا میں سے اس ایک فرد کی زندگی، کارناموں اور افکار سے دنیا کو بہتر طور پہ روشناس کرایا جائے۔

حواشی

۱- بیرونی کی زندگی، تصنیفات اور افکار کے لئے ملاحظہ ہو علم کائنات کے اسلامی نظریات کا ایک تعارف (انگریزی) مصنفہ ایس۔ ایچ۔ نصر، مطبوعہ کیمبرج (امریکہ) ۱۹۶۴ء حصہ دوم اور البیرونی کا یادگاری نمبر (انگریزی) مطبوعہ کلکتہ ۱۹۵۱ء۔

۲- ای سی۔ زخاو جس نے بیرونی کو مغرب سے روشناس کرانے کے لئے بہت کچھ کیا ہے لکھتا ہے: "وہ اپنے اور دوسروں دونوں کے معاملہ میں زبردست انصاف کرنے والا ہے وہ خود پورے خلوص کا حامل

ہے۔ چنانچہ دوسروں سے بھی وہ اسی خلوص کا مطالبہ کرتا ہے۔ جب کبھی وہ کسی موضوع کو پوری طرح نہیں سمجھتا یا صرف تھوڑا بہت سمجھتا ہے تو وہ یا تو اپنی لاعلمی کے سبب معذرت خواہی کرتا ہے یا وعدہ کرتا ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کی عمر اٹھاون سال کی ہو چکی ہے وہ اس موضوع پر مطالعہ کی زحمت جاری رکھے گا اور مناسب مدت میں اپنے مطالعہ کے نتائج سے لوگوں کو آگاہ کرے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ خود کو لوگوں کے سامنے اخلاقی طور پر جواب دہ جان کر مصروف عمل ہو۔ ملاحظہ ہو: مقدمہ برالبیرونی کا ہندوستان (انگریزی) مطبوعہ لندن، جلد اول ۱۹۱۰، صفحہ ۲۰۔

۳۔ ملاحظہ ہو "تاریخ سائنس کا تعارف (انگریزی) مصنفہ جی۔ سارٹن جلد اول، مطبوعہ بالٹی مور، ۱۹۲۷ء، صفحہ ۷۰۷۔

۴۔ ملاحظہ ہو "عرب سائنس" (فرانسیسی) مصنفہ اے۔ می لی، مطبوعہ لیڈن ۱۹۶۶ء، صفحہ ۹۹۔ یہ رائے جو تیس برس پہلے دی گئی تھی آج بھی درست ہے۔

۵۔ "ملاحظہ ہو" مشرقی سائنس (انگریزی) مصنفہ ایچ۔ جے۔ جے۔ ونٹر مطبوعہ لندن، ۱۹۵۲ء صفحہ ۷۰

۶۔ اس فلسفیانہ پہلو کے نمونہ کے لیے ملاحظہ ہو ان سوالات اور جوابات کا (انگریزی) ترجمہ جن کا تبادلہ اس کے اور ابن سینا کے درمیان ہوا ہے۔ یہ ترجمہ "علم کائنات کے اسلامی نظریات کا ایک تعارف (انگریزی) مصنفہ (ایس۔ایچ) نصر میں صفحہ ۱۶۷ پر دیا گیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ بیرونی کی کتاب الاستیعاب اور اس کی بعض دوسری تصنیفات کا بغور مطالعہ کیا جائے تاکہ اس کے فلسفیانہ عقائد کو ان سے اخذ کیا جا سکے اسی طرح جیسے ہم نے مندرجہ بالا کتاب میں علم کائنات سے متعلق نظریات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

۷۔ لے۔ دانا سرشت کا "آثارالباقیہ" کا ترجمہ تہران میں ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا ہے، اور وہ سوالات اور جوابات جن کا تبادلہ ابن سینا اور البیرونی میں ہوا ہے گذشتہ صدی میں "نامہ دانشوران" میں شائع ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں "تفہیم" کے فارسی متن کی ایک نہایت نفیس اشاعت ج۔ ہمائی نے کی ہے جو تہران میں ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۰ء کے درمیان شائع ہوئی ہے۔ ج۔ ہمائی نے خود بیرونی پر بھی ایک طویل مطالعہ کو ترتیب دیا ہے جو اس فاضل انسان کی زندگی، تصنیفات اور افکار پر آج تک جتنے کامل مطالعات انجام پائے ہیں ان میں سے ایک ہے۔ اس کتاب کا نام "ابوریحان نامہ" ہے لیکن یہ کتاب ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہے۔